حضرات حسنین کی محبت اور حضرت حسن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبہ

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِی الله عنه قال: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ عَلٰی عَاتِقِهٖ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ! انی أُحِبُّهٗ فَأَحِبَّه.(۱)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِی الله عنه قال: لَمْ یَكُنْ (أَحَدٌ) أَشْبَهَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رضی الله عنه. (۲)

تــرجمه:- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

(۱، ۲)صحیح البخاری،فی فضائل الصحابة: ۳۷٤۹، ۳۷۵۲

سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حسن بن علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر چڑھے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی محبت فرما۔

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن بن علی سے زیادہ کوئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہ تھا۔

فائدہ:- مذکورہ بالا احادیث سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقام واضح ہوتا ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر محبت تھی اور وہ صورۃ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر مشابہت رکھتے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حضرت حسنؓ کو بے پناہ چاہتے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حسنؓ سے کہا: صاحبزادے! تم ہمارے گھر کیوں نہیں آتے؟ لہٰذا ایک بار حضرت حسنؓ ان کے گھر تشریف لے گئے، تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ گھر کے باہر دروازہ پر بیٹھے ہیں، تاکہ جب اندر جانے کی اجازت ملے تو داخل ہوں، اس لیے یہ منظر دیکھ کر حضرت حسنؓ واپس آگئے، کہ جب بیٹا ہی بیٹھا ہوا ہے تو مجھے اجازت کس طرح مل سکتی ہے؟ الغرض ایک عرصہ کے بعد حضرت عمرؓ کی دوبارہ ملاقات ہوئی، تو انہوں نے دوبارہ حضرت حسنؓ سے کہا کہ تم کیوں نہیں آئے؟ حضرت

حسنؓ نے جواب دیا کہ حضرت میں ایک مرتبہ آپ کے گھر آیا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے باہر بیٹھے ہوئے تھے، اس لیے کہ ان کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی، اس لیے میں نے بھی یہ سوچا کہ جب صاحبزادے کو اس وقت اجازت نہیں ہے تو میری کیا مجال کہ ایسے موقع پر میں اجازت مانگوں، اس بات پر حضرت عمر نے فرمایا: عبداللہ کا وہ مقام نہیں ہے جو تم کو حاصل ہے اور پھر وہ اپنی مرضی سے گھر کے باہر دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے، لہٰذا آپ کے لیے ہر وقت اجازت ہے، آپ جب دل چاہے آسکتے ہیں، اور پھر ان کے لیے حضرت عمرؓ نے جو وظیفہ مقرر کیا، وہ تمام حضرات کے مقابلہ میں سب سے زیادہ انہی کا مقرر کیا تھا، کیونکہ حضرت عمرؓ کو معلوم تھا کہ حضرت حسنؓ کا کیا مقام ہے۔

اور اسی طرح سے دیگر صحابہ کرام بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے یہاں تک کہ خود حضرت علیؓ بھی ان کا احترام کرتے تھے، جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بار حضرت حسنؓ کے باپ شریک بھائی حضرت محمد بن حنفیہؒ سے کسی شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ کے والد جو مقام ان دونوں بھائیوں کو دیتے ہیں وہ تم کو نہیں دیتے، یعنی جنگ وجدال کے میدان میں وہ تم کو ساتھ میں لے جاتے ہیں، اور اگر کوئی عزت وشرف کا موقع ہو تو تم کو پوچھتے بھی نہیں بلکہ حضرت حسنؓ

وحسینؓ ہی کو ساتھ میں رکھتے ہیں، لہٰذا اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت محمد بن حنفیہؒ نے فرمایا: ہم اپنے والد کے ہاتھ ہیں، جن سے وہ جنگ میں کام لیتے ہیں، اور وہ دونوں ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آنکھوں کی حفاظت بے حد ضروری ہے، لہٰذا اس واقعہ سے خود یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت علیؓ کے دل میں حضرات حسنینؓ کا کیا مقام تھا۔

حضرت علیؓ کا مقام ومرتبہ

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قال: قال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: "أَنْتَ أَخِيْ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ".(١)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: تم دنیا وآخرت دونوں جگہ میرے بھائی ہو۔

فائدہ:- اہل بیت میں حضرت علیؓ بھی غیر معمولی مقام بلند کے حامل ہیں، ایک موقع سے آپ ﷺ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا: علی! تمہارے بارے میں دو لوگ ہلاک ہوں گے، ایک وہ جو تمہارے بارے میں حد سے زیادہ محبت میں بڑھ جائیں گے اور دوسرے وہ جو تم سے بغض

(١) سنن الترمذی، أبواب المناقب: ٣٧١٩

رکھیں گے، اسی طرح سے آپ نے حضرت علیؓ کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا کہ علی کے سامنے اگر پیچیدہ و مشکل مسئلہ بھی پیش آجائے تو وہ اس کو حل کر دیں گے، کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے کی بھر پور طاقت عطا فرمائی تھی، لہٰذا لوگوں کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو فوراً حضرت علیؓ سے رجوع کرتے تھے اسی وجہ سے ان کا نام مشکل کشا بھی پڑ گیا تھا، جس کا مطلب ہے کہ مشکل مسئلے کو حل کرنے والے، لیکن افسوس کہ لوگوں نے مشکل کشا کو ہی مشکل بنادیا یعنی اب یہ لفظ شرک والا لفظ بن گیا، کیونکہ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ حضرت علیؓ مشکل وقت میں مدد کرنے والے ہیں، حالانکہ مشکل کشا کے معنیٰ یہ ہیں کہ مشکل مسئلہ کو کھول دینے والا، تو اس اعتبار سے وہ مشکل کشا تھے لیکن اب چونکہ مطلب غلط ہو گیا اس لیے اب نہیں ہیں، اسی لیے اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مشکل وقت میں اگر ان کا نام لیا جائے تو وہ آکر مدد کریں گے تو یہ سب بدعقیدگی کی علامت ہے، اور اس کے مشرک ہونے کی دلیل ہے، جیسے شیعہ لوگ آج کل پوری طرح مشرک ہیں، کیونکہ ان کے یہاں اسی قسم کے شرکیہ نعرے لگائے جاتے ہیں، مثلاً: یا علی! یا علی مشکل کشا! یا علی المدد! وغیرہ وغیرہ، اور وہ حضرات اس کے علاوہ کچھ اور جانتے بھی نہیں ہیں، نہ ان کو اللہ و رسول سے کوئی مطلب ہے۔

اسی طرح بہت سے لوگ حضرت علیؓ کے بارے میں شروع زمانہ ہی سے بعض غلط خیالات رکھنے لگے تھے، مثلاً: بعض لوگ آپ کے تعلق سے یہ خیال رکھتے تھے کہ ان کے پاس کچھ ایسی چیزیں ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انہی کو خفیہ طور پر دی ہیں، اسی لیے روایت میں آتا ہے کہ بعض لوگوں نے آپ کے بارے میں یہ کہا کہ آپ کے پاس کچھ خاص چیزیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی موجود ہیں، جو آپ کے تلوار کے دستہ میں موجود رہتی ہیں، تو حضرت علیؓ نے اس کی وضاحت کی کہ ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کچھ چیزیں میرے پاس اس دستہ کے اندر دیت کے احکام وغیرہ کے متعلق لکھی ہوئی ہیں، البتہ اللہ نے مجھ کو عقل وفہم سے نوازا ہے، اور قرآن کی خاص طور سے سمجھ عطا فرمائی ہے، اس لیے جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو وہ اللہ کی مدد سے فوراً حل ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، حضرت امیر معاویہؓ غرض تمام اکابر صحابہ اہم مسائل میں حضرت علیؓ سے ضرور رجوع فرماتے تھے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ بعض حضرات حضرت علیؓ کے مقابلہ میں بسا اوقات حضرت معاویہؓ کو سخت برا بھلا کہہ جاتے ہیں، ایسا کرنا صحابہ کی شان کے ہرگز خلاف ہے، اس لیے کہ حضرت معاویہؓ بھی صحابی رسول ہیں، جو کہ معمولی شرف کی بات نہیں ہے، البتہ ان کو اگر کوئی

حضرت علیؓ کے مقابلہ کا بناتا ہے تو یہ بھی غلط بات ہے کیونکہ جس طرح حضرت ابوبکرؓحضور اکرم ﷺ کے سامنے کچھ نہیں ہیں، یعنی آپ ﷺ نبوت کے مقام پر سرفراز ہیں، اور حضرت ابوبکرؓ اس مقام کے حامل نہیں ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ انبیاء کے بعد مقامِ بلند بلاشبہ حضرت ابوبکرؓ کا ہی ہے، بالکل اسی طرح حضرت معاویہؓ کا اپنا ایک مقام ہے لیکن اگر کوئی ان کا موازنہ حضرت علیؓ سے کرنے لگے تو یہ بہت بڑی بے ادبی ہوگی، کیونکہ حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا۔

شیعوں کا مذہب

البتہ جہاں تک حضرت معاویہؓ کے تعلق سے شیعوں کے موقف کا مسئلہ ہے تو ان کی بات ہی الگ ہے، اس لیے کہ ان کے یہاں حقائق نام کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم جھوٹ پر چلتے ہیں، اسی لیے ان کا ایک جملہ ہے کہ، "التقية من ديني و من دين آبائنا لا دين لم لا تقية لها"، یعنی تقیہ ہمارے دین میں سے ہے، آباء واجداد کے دین میں سے ہے اور جس کے یہاں یہ نہ ہو ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں، یہی نہیں بلکہ ان کا اپنے مذہب کے تعلق سے یہاں تک کہنا ہے کہ ہمارے مذہب میں نو حصہ جھوٹ اور ایک حصہ سچ شامل رہتا ہے، اسی طرح ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ قرآن مجید ابھی مکمل نہیں ہے بلکہ اس کے دس پارے ایسے ہیں جو امام

غائب لیکر کسی غار میں چھپے ہوئے ہیں، لہذا جب وہ آئیں گے تبھی قرآن مجید مکمل ہوگا۔

اسی طرح سے قرآن کی آیت ﴿ واللہ یعصمک من الناس ﴾ کے تعلق سے ان کی تشریح ہے کہ اس کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو اہل بیت کے فضائل میں سے جو ہم بتا رہے ہیں آپ ان کو لوگوں کے سامنے بیان کر دیجئے، اور اس کے اندر ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ سے ذرا بھی نہ ڈریئے، اللہ آپ کی ان لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔

مذکورہ بالا مثالوں سے یہ بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ شیعوں کا مذہب دنیا میں سب سے انوکھا مذہب ہے، جو کہ اس قدر جھوٹ بولتا ہے، یہاں تک کہ اگر دنیا میں کسی مذہب کو جھوٹ بولنے میں نوبل پرائز دیا جائے تو یہ مذہب اول پوزیشن پر آئے گا، اسی لیے ان کا تذکرہ کرنا ہی بے کار ہے کیونکہ جتنا انہوں نے دین کو نقصان پہنچایا ہے اتنا دنیا میں بڑے سے بڑے فتنہ اور آزمائش سے بھی اسلام کو نقصان نہیں پہنچا ہے۔

قابل مؤاخذہ بات

اخیر میں حضرت علیؓ کے متعلق یہ بتانا مناسب ہوگا کہ شیعوں نے آپ کو جو حد سے زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے، جیسا کہ انہوں نے یہی کہہ دیا ہے کہ "حل الالہ فیک یا علی" یعنی اے علی! اللہ تمہارے

اندر حلول کر گیا ہے، اس طرح کے عقائد کے رد میں ہم کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا بھی ایمان خطرے میں پڑے جائے، کیونکہ حضرت علی کا مقام بہت بلند و بالا ہے، ان کے تعلق سے گستاخی اور بے ادبی کا خیال دل میں بھی آنا سخت جرم ہے چہ جائیکہ ایسا کیا جائے، البتہ جو بات کتاب وسنت سے ہٹی ہوئی ہو اس کو رفع کرنے میں ذرا بھی غور کرنا نہیں چاہیے، کیونکہ خود نبی پاک ﷺ کا یہ معمول رہا ہے کہ جہاں بھی کوئی ایسا معاملہ ہوتا جہاں لوگوں کے دل میں بے جا تقدس اور عقیدہ کی خرابی پیدا ہوتی دیکھ رہی ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ فوراً وہاں پر صاف صاف عقیدہ توحید کو بیان فرماتے تھے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول ﷺ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے دن جب سورج گرہن ہوا، تو صحابہ میں یہ بات عام ہونا شروع ہوگئی کہ حضور ﷺ کے لڑکے کا انتقال ہوا ہے اس لیے سورج گرہن ہوگیا، چنانچہ آپ ﷺ نے جب یہ بات سنی تو آپ فوراً مسجد تشریف لائے اور سب کو جمع کر کے صاف صاف فرمادیا کہ سورج ہو یا چاند، ان دونوں کا گرہن ہونا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، اس لیے ایسا کچھ نہیں ہے کہ یہ کسی کی موت یا کسی اہم حادثہ پر گرہن ہوتے ہوں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی فضیلت و مرتبہ

عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَىٰ امْرَأَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَىٰ خَدِيْجَةَ، هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي، لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا، وَأَمَرَهُ اللّٰهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ، وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ خَلَائِلَهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ. (۱)

ترجمہ:- اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ (بیوی) پر رشک نہیں کیا سوائے (حضرت) خدیجہؓ کے، حالانکہ میری شادی سے پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا، مگر آپ ان کا کثرت سے ذکر فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب: ۳۸۱۶

رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا تھا کہ ان (خدیجہ) کو موتی کے بنے ہوئے گھر کی خوش خبری دے دیں، آپ جب کوئی بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو اتنا ہدیہ بھیجتے جو ان کے لیے کافی ہوتا۔

فائدہ:- آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل ایمان کی ماں ہیں، ان سے محبت کرنا ایمان کا لازمی جز ہے، تو جب یہ ہماری مائیں ہیں تو اسی اعتبار سے ہم پر ان سے محبت کرنا لازمی ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی صحبت، اور محبت میں سب سے زیادہ رہنے والی آپ کی ازواج مطہرات اور امت مسلمہ کی مائیں ہی ہیں، کیونکہ ان کو ایسی قربت اور صحبت حاصل ہوئی ہے جو ان کے علاوہ کسی اور کو حاصل ہو ہی نہیں سکتی، اس وجہ سے جو مقام ازواج مطہرات کو حاصل ہے وہ شاید ہی کسی کو حاصل رہا ہو، یہاں تک کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ اور بڑے بڑے صاحبان ایمان وعزیمت بھی اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے تڑپتے رہے کہ کسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت وقربت نصیب ہو جائے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ یہ سب نعمتیں ازواج مطہرات کو بیک وقت حاصل ہوئیں، اسی لیے ان کے بلند مقام کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا، لہٰذا ازواج مطہرات کے تعلق سے دل میں ذرہ برابر کوئی کدورت آنی ہی

نہیں چاہیے اور اگر کسی کے اندر کدورت پیدا ہوتی ہے تو اس سے زیادہ برا اس دنیا میں کوئی نہیں ہوگا جو کہ اللہ کے رسول ﷺ کی ازواج مطہرات کے سلسلہ میں بدگمانی رکھتا ہو، جیسا کہ موجودہ زمانہ میں شیعہ حضرات کرتے ہیں۔

الغرض آپ ﷺ کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں، جس وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال کے قریب تھی تب آپ کا ان سے نکاح ہوا تھا، اور آپ ﷺ کی ساری اولاد سوائے حضرت ابراہیمؑ کے حضرت خدیجہؓ کے ہی بطن سے ہے، ان کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہؓ کے علاوہ کسی عورت پر غیرت نہیں آئی، حالانکہ میرے آنے سے پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا لیکن رسول ﷺ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ آپ اس کا ہمیشہ اظہار فرماتے رہتے تھے، اور بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے سوا اور کوئی آپ ﷺ کی زوجہ ہی نہیں ہے، اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی حضرت خدیجہ ہی صرف ایک بیوی ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں، مجھے ان سے محبت کا ہونا طبعی بات ہے اس لیے کہ انہیں سے میری ساری اولاد ہے

اور حضرت خدیجہ ہی نے میرا اول دور میں سب سے زیادہ ساتھ دیا ہے۔

حضرت خدیجہ کا اخلاص

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عورتوں میں دینی اعتبار سے جو احسان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہے وہ کسی کا نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بالکل ابتداء میں غار حرا تشریف لے جاتے تھے تو اس وقت حضرت خدیجہ ہی آپ کو کچھ ناشتہ وغیرہ دیتی تھیں اور آپ اطمینان سے وہاں اللہ کی عبادت کرتے تھے، اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا، تو سب سے پہلے انہیں نے قبول اسلام کیا اور آپ کا ساتھ بھی دیا، اسی طرح جب آپ نے ان احوال و کیفیات کو بیان کیا جو آپ کو پیش آرہے تھے اور اس پر اپنے خوف و ڈر کا احساس ظاہر کیا تو اس وقت بھی جو خدیجہ نے الفاظ کہے ہیں وہ بھی عجیب و غریب ہیں، بخاری شریف میں منقول ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے کہا: آپ مہمان نوازی کرتے ہیں، غریبوں کے کام آتے ہیں، اور جو لوگ پریشان ہوتے ہیں ان کی پریشانی کا حل نکالتے ہیں، لہٰذا ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرے گا، اور نہ ہی کبھی رسوا کرے گا، اور پھر اس کے بعد اپنے چچازاد بھائی حضرت ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے ملایا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی جو دین کی راہ میں قربانیاں ہیں ان

کے انعام کے بطور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی دنیا ہی میں بشارت دے دی کہ ان کے لیے جنت میں موتیوں کا ایک محل تیار ہو چکا ہے۔ اللہ اکبر!!

معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ کا مقام بہت بلند ہے، اسی لیے ان کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سہیلیوں کا خاص خیال رکھتے تھے، یہاں تک کہ جب کبھی بھی آپ کے یہاں کوئی جانور ذبح ہوتا تو ان کی سہیلیوں کو اس کا گوشت ضرور ہدیہ بھیجتے، اسی طرح ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور اچانک حضرت خدیجہ کی بہن حضرت ہالہ تشریف لائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آنے پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

حضرت عائشہؓ کی فضیلت

عَنْ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ رضی الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم أَنَّهُ قَالَ: يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ، فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَىٰ الْوَحْيِ وَأَنَا فِيْ لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا. (۱)

ترجمہ:- حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما (تابعی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! تم مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو، عائشہ کے علاوہ تم میں کوئی نہیں ہے، جس کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل ہوئی ہو۔

فائدہ:- مذکورہ بالا حدیث سے حضرت عائشہؓ کے مقام بلند کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اور یوں بھی احادیث سے معلوم ہوتا ہے

(۱) صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة: ۳۷۷۵

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس قدر چاہتے تھے کہ ان کی ہر مرضی اور خواہش کو پورا فرماتے تھے، مثلاً: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حبشیوں کا کوئی کھیل ہو رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دکھا رہے تھے، اور حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے پر سہارا لے کر کھیل کو دیکھ رہی تھیں، جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جائز کھیل دیکھنے کی اجازت ہے، لہٰذا روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کھیل دیکھنے سے ہٹ نہیں رہی تھیں اور انہی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مستقل کھڑے ہوئے تھے، یہاں تک کہ جب خود ہی حضرت عائشہؓ نے ہٹنا پسند کیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں سے ہٹے، اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی زندگی میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ بھی لگائی ہے، جس کے اندر حضرت عائشہؓ سبقت لے گئیں، لیکن اسی طرح کچھ دن گزرنے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوڑ کا مقابلہ کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بازی لے گئے، کیونکہ جب تک حضرت عائشہؓ کا وزن خاصہ بھاری ہوگیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نبی تھے اور ہلکے تھے اس لیے آپ بازی لے گئے، اسی طرح سے ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صحابی نے دعوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ کی بھی دعوت کیجئے، ورنہ میں دعوت میں نہیں جاؤں گا۔

محبت کا راز

آپ ﷺ کا حضرت عائشہؓ کو اس قدر چاہنے کا راز یہ تھا کہ حضرت عائشہ رسول ﷺ کے محبوب دوست حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وحکمت کی ایسی دولت سے مالا مال فرمایا ہے کہ اگر آپ نہ ہوتیں تو آج امت کو علم کا بہت بڑا حصہ نہ مل سکا ہوتا، یہ حقیقت ہے کہ نبی جس کو چاہتا ہے اس میں تقاضائے نفس کی ذرا بھی شمولیت نہیں ہوتی، بلکہ اس کے اندر کوئی نیک خوبی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کو نبی پسند فرماتا ہے، اس لیے یہ بات ذہن نشین ہونا چاہیے کہ حضرت عائشہؓ سے آپ اس وجہ سے بھی زیادہ بے تکلفی رکھتے تھے اور ان کو چاہتے تھے کہ ان کے اندر غیر معمولی خوبیاں اور کمالات تھے اور ان کے ذریعہ سے دین آگے بڑھنے والا تھا اور امت کی خواتین کو ان کے ذریعہ سے بہت کچھ ملنے والا تھا اور رسول ﷺ کی تعلیمات ان کے ذریعہ سے عام ہونے والی تھیں، یہ وہ خوبیاں ہیں جو دوسرے حضرات میں نہیں تھیں، لہٰذا اگر کوئی شخص ان باتوں کا خیال رکھے تو اس کے ذہن سے حضرت عائشہؓ کے متعلق ساری بدگمانیاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اہل بیت سے صحیح محبت کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.